روایات مرض الموت اور وفات النبی ﷺ کا تحقیقی جائزہ

A Schoalrly Review of Narations About The Prophet Muḥammad(SAW) Illness and Death

ڈاکٹر سید باچا آغا[i]　ڈاکٹر محمد خبیب[ii]　ڈاکٹر اکرام الحق ازہری[iii]

Abstract

Prophet Muḥammad (PBUH) became ill after he had returned to Medina from the Farewell Pilgrimage. He was suffering from headaches that sometimes became unbearable and a high fever. The health of Prophet Muḥammad (PBUH) suddenly deteriorated. According to ʻĀisha Muḥammad (PBUH) said "La ilaha illallah, how hard it is to give away your soul!" in a low voice, and then he abandoned his soul in her arms saying "al-rafīq al-aʻla" (to the most divine friend). The death of Prophet Muḥammad (PBUH) deeply saddened all the ṣaḥᾱba. Indeed it was the first historical crisis faced by the Islamic community. So great was the love of the Companions for the Prophet that they could not part with their love. Many narations related to this great tragedy have been mentioned in the collection of ḥadith. This article provides an overview of these narations that either these are Ṣaḥiḥ or Ḍaʻīf.

Key Words: Prophet Muḥammad (PBUH), Narrations, Illness, Death, Ṣaḥiḥ, Ḍaʻīf

تعارف

سفرِ آخرت کی تیاری حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے، حضرات انبیاء کو اپنے زمانہ وفات کے قریب ہونے کا علم وحی خداوندی اور اشارات غیبیہ سے ہو جاتا ہے اور عباد صالحین کو بذریعہ الہام اور رؤیاء صالحہ کے بعض اوقات اپنی وفات کی آمد کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ نبوت ختم ہو گئی مگر رؤیاء صالحہ وصادقہ ہنوز امت میں باقی ہے کہ جس کے ذریعہ بعض اوقات آئندہ پیش آنے والے واقعات کبھی صراحتاً اور کبھی بطورِ رمز واشارات بتلادئے جاتے ہیں، مگر یہ امر

i　اسسٹنٹ پروفیسر، ایچ—او-ڈی گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ

ii　اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

iii　وزٹنگ پروفیسر، فیکلٹی آف اصول الدین، اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ خواب دیکھنا کسی کے اختیار میں نہیں، خواب دکھلانا اللہ تعالی کا فعل ہے جس کو چاہیں، جس وقت چاہیں، جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں دکھلائیں اور نہ چاہیں تو نہ دکھلائیں اور کوئی قاعدہ وضابطہ نہیں۔

عام مؤمنین کو کبھی بذریعہ خواب اور کبھی بتقاضائے عمر اور کبھی بابتلائے بیماری تنبہ ہو جاتا ہے کہ وقت قریب آگیا ہے، اور کبھی اپنے ہم عصروں کے انتقال کو دیکھ کر خیال آجاتا ہے کہ میرے ہم عمر دنیا سے جارہے ہیں مجھے بھی تیاری کرلینی چاہیے، اور آمد آمد کی خبر اور اطلاع کا سب سے واضح اور روشن ذریعہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ جانا اور بڑھاپے کا آجانا ہے کہ جس کے بعد حجت ختم ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مايَتَذَكَّرُ فيهِ مَنْ تَذَكَّرَوَجَاءَكم النَذِير[1]

"بھلا کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کسی کو اس میں سوچنا سمجھنا ہوتا وہ سمجھ لیتا، اور تمہارے پاس خبر دار کرنے والا بھی آیا تھا۔"

جب مشیت الٰہی کی تکمیل ہوگئی، امت کے نفوس بت پرستی کی آلودگیوں اور جاہلیت کی عادتوں سے پاک اور ایمان کی روشنی سے منور ہوگئے اور ان کے دل کی سرد انگیٹھیوں میں شوق ومحبت کی چنگاریاں پیدا ہوگئیں، بیت اللہ بھی بتوں سے اور بتوں کی گندگی سے پاک وصاف ہوگیا، مسلمانوں کے اندر (جن کو حج بیت اللہ کئے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تھا) حج کا نیا شوق پیدا ہوگیا، اور محبت اور عشق کا جام نہ صرف لبریز ہوا بلکہ چھلکنے لگا، جدائی کی گھڑی بھی بہت قریب آگئی، اور حالات کا تقاضا ہوا کہ امت کو وداع کہا جائے، تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کو سنہ 10ھ میں حج کی اجازت عطا فرمائی، اسلام میں یہ آپ کا پہلا حج تھا۔

آپ ﷺ مدینہ سے اس غرض سے روانہ ہوئے کہ حجِ بیت اللہ کریں گے، مسلمانوں سے ملیں گے، ان کو دین کی تعلیم دیں گے اور مناسکِ حج سکھائیں گے، حق کی شہادت دیں گے، اپنا فرض ادا کریں گے، مسلمانوں کو آخری نصیحتیں اور وصیتیں کریں گے، ان سے عہد وپیمان لیں گے، جاہلیت کے آخری آثار ونشانات کو مٹائیں گے اور قدموں سے پامال کریں گے، یہ حج ہزار وعظ اور ہزار درس وتعلیم کا قائم مقام تھا، یہ دراصل ایک چلتا پھرتا مدرسہ، ایک متحرک مسجد اور ایک گشتی چھاؤنی تھی، جہاں ایک جاہل علم سے آراستہ ہوتا، غافل اپنی غفلت سے بیدار ہوتا، سست وکاہل چست وچالاک اور کمزور طاقتور بنتا، ایک ابرِ رحمت سفر وقیام ہر حالت میں اور ہر وقت ان پر سایہ فگن رہتا، یہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت، محبت وشفقت، تربیت اور نگرانی ورہنمائی کا ابرِ رحمت تھا۔

خطبہ غدیر خم

حجۃ الوداع میں کامل و مکمل وصایا کے بعد یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ آپ ﷺ ملک عدم سے ملک بقا کی طرف کوچ کرنے والے ہیں لہٰذا جب آپ حجۃ الوداع سے مدینہ منورہ کی طرف مراجع ہوئے تو غدیرِ خم میں پہنچ کر صحابہ کو ارشاد فرمایا:

كانى قد دعيت فاجبت ، انى قد تركت فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى اهل بيتى[2]

"اے لوگوں میں بھی بشر ہوں ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلدی آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے، میں تمہارے لئے دو مرکز ثقل قائم کر چلا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے (جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہیں اسے محکمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو) ، دوسرا مرکز اہلِ بیت ہیں۔"

گویا یہ اجتماعِ امت کے لئے اہل وعیال کے حقوق واحترام کی وصیت تھی تا کہ وہ کسی بحث میں الجھ کر حضور □ کے مختصر خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں[3]۔

سفرِ آخرت کی تیاری

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے سفرِ آخرت کی تیاری شروع کردی، اور تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے، سب سے پہلے جس سے آپ کو اپنی وفات کا قریب آجانا منکشف ہوا، وہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد ہے:

إِذَاجَاءَنَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ[4]

"جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔"

ی عنی جب فتح و نصرت آچکی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور کفر اور شرک کا سر کچل دیا گیا، توحید کا علم سر بلند ہوا، حق کو باطل کے مقابلہ میں فتح مبین حاصل ہوئی، لوگ فوج کی فوج دین مبین میں داخل ہو گئے، دنیا کو اللہ کا پیغام پہنچ گیا اور دین کی تکمیل ہو گئی، تو آپ ﷺ کے دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا، اور آپ ﷺ کا جو کام تھا وہ کر چکے، اب ہمارے پاس آنے کی تیاری کیجئے، بیت اللہ کا حج کر چکے اب رب البیت کے حج کی تیاری کیجئے، خدا تعالیٰ نے جس کام کے لئے آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجا تھا، اب اس کے پاس واپس ہو جائے، اور اس کے پاس جانے کی تیاری کیجئے[5]۔

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی (جو اس دین کی اساس اور ایمان و یقین کا سرچشمہ اور منبع ہے) حفاظت اور بقا کی ذمہ داری بھی لے لی، فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[6]

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

دوسری طرف اس نے اس دین کی طرف لوگوں کے رجوعِ عام اور بڑی بڑی جماعتوں اور قبیلوں کے قبولِ اسلام سے اپنے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کیں، اور پورے عالم میں اس کے فروغ اور اشاعت کے آثار ظاہر ہونے لگے، اور صاف نظر آنے لگا کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ دین دنیا کے سارے مذاہب پر غالب آجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف میں اس قدر اضافہ فرمادیا کہ ہر سال آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے، لیکن جس سال آپ ؐ کی وفات ہوئی آپ ﷺ نے بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر شب میں آپ ﷺ سے آکر ملتے اور آپ ؐان کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے، لیکن اس سال آپ ؐ نے فرمایا کہ اس مرتبہ وہ ایک کے بجائے دو بار آئے ہیں، اس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے۔

علالت کی ابتداء

ماہِ صفر کے آخری عشرہ میں آپ ﷺ ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابو مویہبہ کو جگایا اور فرمایا مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہلِ بقیع کے لئے استغفار کروں وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہو گیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوگئی۔ یہ ام المؤمنین میمونہ کی باری کا دن تھا، اسی حالت میں آپ ﷺ باری باری ازواجِ مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے، جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے آئے، اس وقت مزاجِ اقدس پر ضعف اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرہ عائشہ تک تشریف نہیں لے جاسکے، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ کے دونوں بازو تھامے، اور مشکل سے حجرہ عائشہ میں تشریف لائے، چنانچہ روایت ہے:

لماثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشتدبہ وجعہ استاذن ازواجہ ان یمرض فی بیتی فاذن لہ فخرج وھو بین الرجلین تخط رکلاہ فی الارض بین عباس بن عبدالمطلب وبین رجل آخر۔۔۔قال ابن عباس ھو علی[7]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ نبی ﷺ جب کبھی بیمار ہوتے تو یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کرکے جسم مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے:

اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاءً لایغادر سقماً[8]

"اے مالک انسانیت خطرات دور فرمادے، اے شفادینے والے تو شفاعطا فرمادے، شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے، وہ صحت عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

كان النبی يقول فی مرضه الذی مات فيه ياعائشة ماازال اجد الم الطعام الذی اكلت بخيبر فهذا اوان وجدت انقطاع ابهری من ذلک السم[9]

"آپ ﷺ اس مرض میں جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی یہ فرماتے تھے کہ عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف اب تک محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا، اس وقت اس زہر سے میری رگ (ابہر) کٹ رہی ہے۔"

واقعہ قرطاس

وفات سے چار روز پہلے جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے ان سے فرمایا: کاغذ، قلم اور دوات لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں، اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوں گے۔ صحیح بخاری کے مطابق جمعرات کے دن یعنی نبی ﷺ کی وفات سے چار دن پہلے، نبی ﷺ نے شدت مرض میں حکم دیا:

(هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لا تَضِلُّوا بَعْدَهُ)،قَالَ بعضهم: إِنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غَلَبَه الْوَجَعُ،وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ،حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ[10]

"جاؤ میں کچھ تمہارے لئے تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پس بعضوں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہو رہا ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے، کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔"

نبی ﷺ کے سامنے شور ہوا کہ جاو قلم و تختی لے آؤ بعض نے کہا نہیں اس پر آوازیں بلند ہوئیں اور نبی ﷺ نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ بیمار ہیں، درد کی شدت ہے، ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں، کتاب اللہ ہمارے پاس ہے جو ہم کو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، بعض نے حضرت عمر کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ دوات قلم لا کر لکھوا دینا چاہئے، اور یہ کہا "**اهجر استفهموه**" یعنی کیا آپ ﷺ نے بیماری کی شدت اور غفلت اور بیہوشی کی حالت میں معاذ اللہ لغو اور ہذیان کی بات کہی ہے، خود آپ ﷺ سے دریافت کر لو، یعنی آپ ﷺ اللہ کے نبی و رسول ہیں، آپ ﷺ کی زبان اور دل خطا اور غلطی سے معصوم اور مامون ہے، معاذ اللہ اوروں کی طرح نہیں کہ جو بیماری کی حالت میں واہی تباہی بولنے لگتے ہیں، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ[11]

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس زبان سے کسی حالت میں سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔"

یہ جملہ **"اھجرا ستفھموہ "** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ نہیں، بلکہ ان لوگوں کا ہے جن کی رائے حضرت عمر کے خلاف تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حضور پر نور ﷺ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے، اور بعض لوگ جن کی رائے یہ تھی کہ دوات قلم لا کر لکھوالیا جائے ان لوگوں نے حضرت عمر کے جواب یہ کہا کہ **"اھجرا ستفھموہ "** اور مطلب یہ تھا کہ جب حضور پر نور ﷺ حکم دے رہے ہیں تو کیوں نہ لکھوالیا جائے، معاذاللہ حضور پر نور ﷺ کی زبان مبارک سے کسی ہذیان یا لغو بات کا نکلنا ناممکن ہے، اسی وجی سے ان لوگوں نے **"اھجر"** بطور استفہام انکاری الزاماً کہا، خود اس کے قائل نہ تھے، اور جن روایتوں میں یہ جملہ بدون حرف استفہام آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہے اور حرف استفہام وہاں مقدر ہے[12]۔

بہر حال واقعہ قرطاس بہت سادہ سا وقوعہ ہے جس کو بحث نے غیر ضروری طور پر اہم بنادیا ہے۔ نبی ﷺ کو بیماری کی شدت تھی اس کیفیت میں آپ ﷺ نے ایک بات کہ دی جو حقیقت حال کے خلاف تھی۔ صحابہ اور اہل بیت نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں اس پر کوئی جھگڑا ہوا، نبی ﷺ نے اگلے چار دن واپس اس کا حکم نہیں دیا، بس اور یہ کچھ بھی نہیں۔

آپ ﷺ کی وصیت

اس دوران مجلس میں جب اختلاف زیادہ ہوا تو اور شور و شغب ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ، مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو، میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو ، بعد ازاں باوجود اس تکلیف کے آپ نے لوگوں کو تین چیزوں کی زبانی وصیت فرمائی:

1. مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، یعنی جزیرہ عرب میں کوئی مشرک رہنے نہ پائے۔
2. وفود کو رخصت کے وقت جائزہ یعنی ہدیہ و تحفہ دیا کرو، جس طرح میں ان کو جائزہ دیا کرتا تھا۔
3. تیسری بات سے آپ نے سکوت فرمایا، یا راوی بھول گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن پر عمل کرنا یا جیش اسامہ کو روانہ کرنا، یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا، یا یہ کہ نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔ عسقلانی، فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ :

> قال سفيان قال سليمان أي ابن أبي مسلم لا أدري أذكر سعيد بن جبير الثالثة فنسيتها أو سكت عنها وهذا هو الارجح قال الداودي الثالثة الوصية بالقرآن وبه جزم ابن التين وقال المهلب بل هو تجهيز جيش أسامة وقواه ابن بطال بأن الصحابة لما اختلفوا على أبي بكر في تنفيذ جيش أسامة قال لهم أبو بكر أن النبي صلى الله عليه و سلم عهد بذلك عند موته وقال عياض يحتمل أن تكون هي قوله ولا تتخذوا قبري وثنا فإنها ثبتت في الموطأمقرونة بالأمر بإخراج اليهود ويحتمل أن يكون ما وقع في حديث أنس أنها قوله الصلاة وما ملكت أيمانكم[13].

آپ ﷺ کو دوا پلانے کا واقعہ

بیماری کے دوران نبی ﷺ کے منع کرنے کے باوجود ان کو دوا پلا دی گئی۔ نبی ﷺ کو جب ہوش آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے منع کرنے کے باوجود دوا کیوں دی؟ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس وقت حجرے میں موجود سب کو جو اس وقت وہاں موجود تھے ان سب کو یہ دوا پلائی جائے سوائے ان کے چچا عبّاس کے کیونکہ وہ دوا پلاتے وقت وہاں نہیں تھے۔ بخاری کی حدیث ہے:

قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لاَ تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ : لاَ يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلاَّ لُدَّ – وَأَنَا أَنْظُرُ – إِلاَّ الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ[14].

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے نبی ﷺ کے مرض (وفات) میں دوا آپ کے منہ میں ڈالی تو آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا کہ دوا منہ میں نہ ڈالو ہم نے خیال کیا کہ مریض کو دوا سے جو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ سے نبی ﷺ منع فرما رہے ہیں پھر جب آپ ﷺ کو ہوش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیوں میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ دوا میرے منہ میں نہ ڈالو۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ شاید آپ ﷺ نے مریض کی دوا سے طبعی نفرت کی وجہ سے فرمایا ہوگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب گھر میں جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں گا، البتہ عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ میرے منہ میں ڈالتے وقت موجود نہ تھے، بعد میں آئے۔"

مسند احمد، مستدرک الحاکم اور مسند اسحاق میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت میں یہ بھی ہے کہ:

فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ هَذَا مِنْ فِعْلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْحَبَشَةِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ عَلَيَّ ذَاتَ الْجَنْبِ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ لَهَا عَلَيَّ سُلْطَانًا وَاللَّهِ لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَلَدَدْنَا مَيْمُونَةَ وَهِيَ صَائِمَةٌ[15].

"پس جب نبی ﷺ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا یہ عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا اور (کہا) کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ اللہ ذَاتَ الْجَنْبِ (دوا کا عنصر) کو میرے اوپر مسلط کرے گا اللہ اس کو میرے اوپر اختیار نہیں دے گا۔ اللہ کی قسم! اب گھر میں کوئی ایسا نہ رہے جس کو یہ دوا پلائی نہ جائے. پس کوئی نہ چھوڑا گیا جس کے منہ میں دوا نہ ڈالی گئی ہو اور (ام المومنین) مَيْمُونَةَ (رضی اللہ عنہا) کو بھی پلائی جبکہ وہ روزے سے تھیں۔"

بعض حضرات اس روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ نبی ﷺ کو شبہ تھا کہ ان زہر دیا جا رہا ہے لہذا نبی ﷺ نے ایسا کیا اور نبی ﷺ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ افسوس ان کی عقل پر اہل بیت میں سے عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی موجوگی میں سب کو دوا پلائی گئی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بھی پی لیکن سب زندہ رہے اگر اس دوا میں زہر تھا تو کسی اور کی وفات کیوں نہیں

ہوئی۔ نبی ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ المہلب کہتے ہیں کہ :

وجه ذلك والله أعلم ،أنه لما فعل به من ذلك ما لم يأمرهم به من المداواة بل نهاهم عنه[16]

"اس کی وجہ اللہ کو پتا ہے، پس جب انہوں نے ایسا کیا جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا تو منع کرنے کے لئے ایسا کیا۔"

نبی ﷺ نے شاید کسی بیماری میں بھی دوا نہیں لی یہ ان کی خصوصیت تھی لیکن چونکہ مرض وفات میں شدت بہت تھی اس وجہ سے اہل بیت نے دوا پلا دی۔ نبی ﷺ نے کہا اللہ اس دوا کو میرے اوپر اختیار نہیں دے گا جس سے ظاہر ہے کہ اگر زہر ہوتا تو وفات نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کو اس وفات کی پہلے سے خبر تھی جیسا کہ بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا اور کہا

إِنَّ اللَّه سبحانَه خيَّرَ عَبْدًابَيْنَ الدُّنْيا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّه[17]

"اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ دنیا کی زینت لے یا وہ جو اللہ کے پاس ہے، پس اس بندے نے اللہ کے پاس کو اختیار کر لیا"

عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو نبی ﷺ کی وفات کا گمان نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے وفات النبی والے دن کہا کہ جو یہ کہے کہ نبی کی وفات ہو گئی اس کی میں گردن اڑا دوں گا۔ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بھی آخری وقت تک نبی ﷺ کی وفات کا گمان نہیں تھا لیکن جب نبی ﷺ نے آخری الفاظ کہے کہ :

مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا[18]

"ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں صدیقین شہداء صالحین) فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ، يَقُولُ: {مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ} الآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ(عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ) پس اس وقت میں جان گئی کہ آپ ﷺ نے (دنیا کی رفاقت چھوڑنے کا) فیصلہ کر لیا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیماری کی حالت میں فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا کہ ابو بکر اور ان کے فرزند عبد الرحمٰن کو بلانے کے لئے کسی کو بھیج دوں اور ان کو وصیت کر دوں اور ان کو اپنا ولی عہد بنا دوں، تاکہ کہنے والے کچھ نہ کہہ سکیں اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں، لیکن پھر آپ ﷺ نے اپنا یہ ارادہ فسخ کر دیا اور یہ کہا کہ وصیت کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ انکار کرے گا کہ سوائے ابو بکر کے کوئی اور خلیفہ ہو، اور اہلِ ایمان بھی سوائے ابو بکر کے اور کسی کی خلافت کو قبول نہیں کریں گے [19]۔

لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے آرام فرمایا، ظہر کی نماز کے وقت جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو، شاید کچھ سکون ہو اور میں لوگوں کو وصیت کر سکوں، چنانچہ حسب الحکم آپ ﷺ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں، اسی طرح غسل سے آپ ﷺ کو ایک

گونہ سکون ہوا، اور آپ ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی، یہ ظہر کی نماز تھی اور بعدازاں آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ دیا۔

آخری خطبہ

حضرت ابو بکر وحضرت عباس رضی اللہ عنہما ایک بار انصار کی ایک محفل سے گزرے، انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ رورہے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور مجلس ہمیں یاد آرہی ہے، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ نے سر مبارک کو اپنی چادر کے حاشیے سے لپیٹ لیا تھا، آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اس دن کے بعد پھر آپ ﷺ کو منبر پر جانے کا موقع نہیں آیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے، حق جل شانہ کی حمد وثنا کے بعد سب سے پہلے اصحاب احد کا ذکر فرمایا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، اس کے بعد مہاجرین کو مخاطب کرکے فرمایا:

أُوصيكم بالانصار فانهم كرشى وعيبتى وقد قضَوا الذى عليهم وبقى الذى لهم فاقبلوا من محسنهم وتجاوزُوا عن مسيئهم[20]

"میں تم کو انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، وہ جسم وجان کی طرح ہیں، اور میرے معتمد اور رازدار ہیں، ان پر جو ذمہ داری تھی اس کو انہوں نے پورا کیا، ان کا جو دوسروں پر حق ہے وہ باقی ہے، اس لئے ان کے اچھے اور صالح لوگوں کی بات قبول کرنا، اور ان میں سے جو لوگ قصور وار ہوں ان سے درگزر کرنا۔"

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

ان عبداً من عباداللہ خير الله بين الدنيا وبين ماعنده فاختار ما عندالله[21]

"اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اللہ کے پاس جو چیز ہے کسی ایک چیز کے اختیار کرنے کا اختیار دیا تو اس نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اسے اختیار کیا۔"

یہ سن کر رمز شناس نبوت حضرت صدیق اکبر آنسو بھر لائے، اور رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، اور ہمارے زر ومال آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں، لوگوں نے ان کو تعجب سے دیکھا کہ حضور انور ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرمارہے ہیں پھر اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ مگر یہ بات انہوں نے سمجھی جو رورہے تھے، حضرت صدیق اکبر کی اس بے کلی نے خیال اشرف کو دوسری طرف مبذول کر دیا، ارشاد فرمایا:

يا ابابكر لاتبک ان امن الناس على فى صحبته وماله ابوبكر ولو كنت متخذاً من امتى خليلاً لاتخذت ابابكر ولكن اخوة الاسلام ومودته لا يبقين فى المسجد بابٌ الّاسُدَّالّاباب ابى بكر[22]

"میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہوں وہ ابو بکر ہیں، اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کیلئے منتخب کر سکتا تو وہ ابو بکر ہوتے لیکن اب رشتہ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے مسجد کے رخ پر کوئی دریچہ ابو بکر کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔"

جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ لوگ جیش اسامہ کے معاملہ میں کسی قدر سستی سے کام لے رہے ہیں اور آپ ﷺ نے یہ باتیں بھی سنی تھیں کہ لوگوں کا اس بات پر اعتراض تھا کہ ایک نوعمر لڑکے کو جلیل القدر صحابہ مہاجرین وانصار کا امیر بنایا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ اسی درد کی حالت میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور ممبر پر بیٹھ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا:

ان تطعنوا فی امارته فقد كنتم تطعنون فی امارة ابيه من قبل وايم الله ان كان لخليقاً للامارة وان كان لمن احب الناس الی وان هذا لمن احب الناس الی بعده[23]

"آج اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے اور کل اس کے باپ زید کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا، خدا کی قسم وہ بھی اس منصب کے مستحق تھے اور سب سے زیادہ محبوب تھے، اور اس کے بعد یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

لعنة الله علی اليهود والنصاری اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا[24]

"اللہ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، جبکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا۔"

آخری نمازِ باجماعت

رسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا اور طبیعت زیادہ بھاری ہو گئی تو آپ ﷺ نے اسی حالت میں دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ جواب دیا کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ، سب لوگ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھ دو، لوگوں نے تعمیل کی، آپ ﷺ نے غسل فرمایا، پھر آپ ﷺ نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی، جب آپ ﷺ کو ہوش آیا تو فرمایا کہ کیا سب نے نماز پڑھ لی؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ، سب لوگ آپ ﷺ کے منتظر ہیں، تمام لوگ اس وقت مسجد نبوی میں خاموش بیٹھے ہوئے نماز عشاء کے منتظر تھے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغام کہلوایا کہ وہ نماز پڑھائیں، حضرت ابو بکر بہت رقیق القلب شخص تھے انہوں نے کہا عمر تم نماز پڑھاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ اس کے مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، چنانچہ ان دنوں حضرت ابو بکر ہی نماز پڑھاتے رہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ افاقہ اور طبیعت میں ہلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کے سہارے سے، جن میں

ایک عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے علی کرم اللہ وجہہ تھے ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے، جب حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، آپ ﷺ نے اشارہ سے ان کو ہدایت کی کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں، اور ان دونوں حضرات سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آپ کو ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھادیں، حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے رہے اور آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ ام الفضل بنت الحارث روایت کرتی ہے کہ :

سمعت النبی صلی اللی علیه وسلم یقرا فی المغرب بالمرسلٰت عرفاً ثم ماصلی لنا بعدھا حتیٰ قبضه الله [25]

"میں حضور ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ المرسلات پڑھتے سنا، اس کے بعد آپ ﷺ کو کسی نماز کی امامت کی نوبت نہ آئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلالیا۔"

حضرت ابو بکرؓ بدستور نماز پڑھاتے رہے، دوشنبہ کے دن لوگ نمازِ فجر میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا، اور کچھ دیر آپ ﷺ یہ منظر دیکھتے رہے کہ مسلمان اپنے رب کے حضور کس طرح حاضر ہیں، آپ ﷺ کی دعوت جہاد وسعی کیا رنگ لائی ہے، اور یہ امت کس طرح تیار ہوئی ہے جو نماز سے اس درجہ تعلق رکھتی ہے، اور نبی کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں حالتوں میں اسی جوش ونشاط اور سرور وشوق کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ حاضر ہیں، یہ خوشگوار منظر اور اس کامیابی کو دیکھ کر جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی یا داعی کو نصیب نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، اور آپ ﷺ کو اس کا اطمینان ہوا کہ اس دین اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس امت کا تعلق دائمی اور پائدار ہے جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ختم نہ ہوگا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کو اس بات سے کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی، یہ منظر دیکھ کر روئے انور فرطِ مسرت سے دمکنے لگا۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیان فرماتے ہیں کہ : رسول اللہ ﷺ نے حجرہ عائشہ کا پردہ کھولا اور کھڑے ہوئے ہمیں برابر دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کا روئے مبارک ورقِ مصحف ہے، پھر آپ ﷺ مسکرائے اور ہنس پڑے، ہمیں یہ خیال ہوا کہ کہیں ہم لوگ بھی خوشی کی وجہ سے آزمائش میں نہ پڑ جائیں اور بے قابو ہو جائیں، ہمیں یہ بھی گمان ہوا کہ شاید آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لانے والے ہیں، آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرلو، اس کے بعد آپ ﷺ نے پردہ گرایا اور اسی دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ ، وَأَبُو بَكْرٍ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، يُصَلِّي بِهِمْ فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَلَى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلاَةِ وَهَمَّ

الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلاَتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ[26].

"صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرہ مبارک میں گئے اور آپ ﷺ کو دیکھ کر عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو اب سکون ہے، جو کرب اور بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی، چنانچہ صدیق اکبر نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے لی اور چلے گئے، دوسرے لوگوں کو بھی جب معلوم ہوا کہ اب حضور ﷺ کو سکون ہے تو اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حجرے سے باہر آئے، لوگوں نے آپ ﷺ کا مزاج دریافت کیا، حضرت علی نے کہا کہ بحمد اللہ اب اچھے ہیں، لوگ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے۔"

عالمِ نزع

لوگ تو یہ سمجھ کر کہ اب تو آپ ﷺ کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالمِ نزع شروع ہو گیا، آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ کی آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت عائشہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر ہاتھ میں مسواک لئے آئے، آپ ﷺ ان کی طرف دیکھنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ کے لئے مسواک لے لوں؟ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا ہاں، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ:

فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ ، أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ[27]

"میں نے چبا کر وہ مسواک آپ ﷺ کو دے دی، آپ ﷺ نے اس سے بہت اچھے طریقہ سے مسواک کی جیسے آپ ﷺ کبھی فرمایا کرتے تھے، پھر مجھے واپس کرنے لگے لیکن وہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔"

آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک کٹورا تھا، آپ ﷺ اپنے ہاتھ پانی کے اندر ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے اور اس کے بعد فرماتے لاالہ الااللہ ان للموت لسکرات (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بیشک سکرات موت برحق ہے) پھر آپ ﷺ نے بائیں انگلی اوپر اٹھائی اور فرمانے لگے فی الرفیق الاعلی فی الرفیق الاعلی [28] (سب سے اعلیٰ و برتر رفیق کے پاس) یہاں تک کے روح مبارک نے عالم بالا کا رخ کیا، اور آپ ﷺ کا ہاتھ پانی میں ایک طرف جھک گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ یہ وہ آخری الفاظ تھے جو رحلت کے وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے، چنانچہ روایت ہے:

فلام نزل به وراسه علی فخذی غشی علیه ثم افاق فاشخص بصره الی سقف البیت ثم قال اللهم الرفیق الاعلی[29]

"جس وقت جدائی کی گھڑی قریب آئی تو اس وقت آپ ﷺ کا سر میری ران پر تھا، ایک گھڑی کے لئے آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی پھر آپ ﷺ کو ہوش آگیا اور آپ ﷺ نے گھر کی چھت کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور فرمایا: بیشک سب سے برتر

اور اعلیٰ رفیق کے پاس۔"

یوم الوصال

آپ ﷺ کی وفات کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی، اور ابن قتیبہ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بدھ کے دن ہوئی تو یہ درست نہیں ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ انکی مراد نبی ﷺ کی تدفین ہو، تو یہ درست ہے کہ آپ ﷺ کی تدفین بدھ کے دن ہوئی۔ جبکہ وفات کے سال کے متعلق بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ سن گیارہ ہجری میں ہوئی اور ماہِ وفات کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپکی وفات ربیع الاول میں ہوئی جبکہ اس مہینے کے دن کے متعلق علمائے کرام میں اختلاف ہے کہ:

1. توجمہور علمائے کرام 12 ربیع الاول کے قائل ہیں۔
2. خوازمی کہتے ہیں کہ آپکی وفات ربیع الاول کی ابتدا میں ہوئی تھی۔
3. ابن کلبی اور ابواحنف کہتے ہیں کہ یہ ربیع الاول کو ہوئی، اسی کی جانب سہیلی کا میلان ہے، اور حافظ ابن حجر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ جبکہ مشہور وہی ہے جس کے بارے میں جمہور علمائے کرام کا موقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات 12 ربیع الاول سن گیارہ ہجری دوشنبہ کو ہوئی تھی اس کے مطابق آپ کی عمر مبارک قمری حساب سے 63 سال اور 4 دن ہوئی[30]۔

صحابہ کا اضطراب

رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بجلی بن کر گری، اس کی وجہ ان کا وہ عاشقانہ تعلق تھا جس کی نظیر نہیں، وہ آپ ﷺ سایہ شفقت میں اس طرح رہنے کے عادی ہو گئے تھے جس طرح بچے ماں باپ کے آغوش محبت میں رہتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس لحاظ سے ان پر جتنا بھی اثر پڑتا کم تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ[31]

"(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے، اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہی (اور) مؤمنوں پر بہت شفقت کرنے والے (اور) مہرباں ہیں۔"

ان میں سے ہر شخص سمجھتا تھا کہ آپ ﷺ کی نگاہِ لطف و کرم میں سب سے زیادہ محبوب اور مورد الطاف و کرم ہے، بعض صحابہ کو اس پر یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا، ان میں پیش پیش حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے ایسے شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی بہت نکیر کی، وہ مسجد میں آئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا

کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت تک نہ ہو گی جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو ختم نہ کر دے گا۔ چنانچہ اسی محبت وشفقت کی بنا پر خبرِ وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے، قدم لڑکھڑا گئے، چہرے بجھ گئے، آنکھیں خون بہانے لگیں، ارض وسماء سے خوف آنے لگا، سورج تاریک ہو گیا، آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے، کئی صحابہ حیران وسر گردان ہو کر آبادیوں سے نکل گئے، کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا، جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا، جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانے کا یارا نہ ہوا، مسجدِ نبوی ﷺ قیامت سے پہلے قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور چپ چاپ حجرہ عائشہ میں داخل ہو گئے، یہاں حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی میت پاک رکھی تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا، پھر چادر ڈھک دی اور رو کر کہا:

بابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اماالموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا[32]

"حضور ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! آپ ﷺ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک ہے، واللہ اب آپ ﷺ پر دو موتیں وارد نہیں ہوں گی، اللہ نے جو موت لکھ رکھی تھی آج آپ ﷺ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا اور اب اس کے بعد موت ابد تک آپ ﷺ کا دامن نہ چھو سکے گی۔"

خطبہ صدیق اکبر

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اضطراب، بے چینی اور غم وپریشانی دیکھ کر، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ وہ جوش میں بھرے ہوئے ہیں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئے ہیں، اور حضرت عمر سے کہا: اے عمر! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی یہ قول نہیں سنا" إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ[33]"اور"وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ[34]"

اب سارے لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر صدیق اکبر کے پاس جمع ہوئے، چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر نبوی کی جانب بڑھے اور بآواز بلند لوگوں سے کہا خاموش ہو کر بیٹھ جائیں، سب لوگ بیٹھ گئے، صدیق اکبر نے حمد وثنا کے بعد یہ خطبہ پڑھا:

اما بعد من کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت ومن کان منکم یعبد محمداًﷺ فان محمداً قد مات، قال اللہ تعالی : ومامحمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضراللہ شیئاً وسیجزاللہ الشکرین وقد قال اللہ تعالیٰ لمحمدٍ ﷺ: انک میت وانھم میتون، وقال اللہ تعالی: کل شیئ ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون، وقال اللہ تعالی: کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ، وقال تعالی : کل نفسٍ ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ وقال : ان اللہ عمر محمداً

ﷺ وابقاه حتى اقام دين الله واظهر امر الله وبلغ رسالة الله وجاهد فى سبيل الله ثم توفاه الله على ذلک، وقد ترككم على الطريقة فلن يهلک هالک الا من بعد البينة والشفاء، فمن كان الله ربه فان الله حى لا يموت ومن كان يعبد محمداً وينزله الهاً فقد هلک الهه،فاتقو الله ايهاالناس واعتصموا بدينكم وتوكلوا على ربكم فان دين الله قائمٌ وان كلمة الله تامةٌ،وان الله ناصر من نصره ومعز دينه وان كتاب الله بين اظهرنا وهوالنور والشفاء وبه هدى الله محمداًﷺ وفيه حلال الله وحرامه،والله لانبالى من اجلب علينا من خلق الله ان سيوف الله لمسلولةٌماوضعناها بعد ولنجاهدن من خالفنا كما جاهدنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يبغين احد الا على نفسه [35].

"امابعد: جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا سو جان لے کہ تحقیق اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی، اور اگر بالفرض کوئی شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، اور نہیں ہے محمد ﷺ مگر اللہ کے ایک رسول ہے جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، سو اگر آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے یا آپ ﷺ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے واپس ہو جاؤ گے؟ اور جو شخص دین اسلام سے واپس ہو گا تو وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا، اور اللہ تعالی عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب بنا کر یہ کہا ہے کہ بے شک آپ ﷺ مرنے والے ہیں، اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے صرف خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذات بابرکات باقی رہے گی، ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے، قیامت کے دن سب کو اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کی عمر دراز کی اور ان کو باقی رکھا، یہاں تک کہ اللہ کے دین کو قائم کر دیا، اور اللہ کے حکم کو ظاہر کر دیا، اور اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا پھر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اپنے ہاں بلا لیا، اور رسول اللہ ﷺ تم کو ایک سیدھے اور صاف راستہ پر چھوڑ کر دنیا سے گئے ہیں، اب جو ہلاک اور گمراہ ہو گا وہ حق واضح ہونے کے بعد گمراہ ہو گا، پس اللہ تعالی جس کا رب ہو تو ہو سمجھ لے کہ اللہ تعالی تو زندہ ہے اس کو کبھی موت نہیں آسکتی، اور جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اور اس کو خدا جانتا تھا تو جان لے کہ اس کا معبود تو ہلاک ہو گیا، اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو، اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھو، تحقیق اللہ کا دین قائم اور دائم رہے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اور اللہ شخص کا مددگار ہے جو اس کے دین کی مدد کرے، اور اللہ تعالی اپنے دین کو عزت اور غلبہ دینے والا ہے، اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے اور وہی نورِ ہدایت اور شفائے دل ہے، اسی کے ذریعہ تعالی نے محمد ﷺ کو راستہ بتلایا اور اس میں اللہ کی حلال و حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے، خدا کی قسم ہمیں اس شخص کی کوئی پرواہ نہیں جو ہم پر فوج کشی کرے (یہ باغیوں اور مرتدین کی طرف اشارہ تھا) تحقیق اللہ کی تلواریں جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ اس کے دشمنوں پر سنتی ہوئی ہیں، وہ تلواریں ہم نے ابھی تک ہاتھ سے رکھی نہیں، اور خدا کی قسم ہم اپنے مخالف سے اب بھی اسی طرح جہاد کریں گے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی معیت میں کیا کرتے تھے، پس مخالف خوب سمجھ لے اور اپنی جان پر ظلم نہ کرے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ان آیات کی تلاوت کرنا تھا کہ یکلخت حیرت کا عالم دور ہو گیا، اور سب کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا ہے:

وخرج الناس يتلونها في سكك المدينة كانها لم تنزل قط الا ذلک اليوم[36]

"اس وقت حالت یہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہیں تھی، جسے دیکھو وہ انہیں آیات کی تلاوت کر رہا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری حالت بھی یہی ہوئی کہ گویا میں نے آج ہی ان آیتوں کو سنا ہے:

قال عمر فلكأني لم أقراها إلا يومئذٍ[37]

تجہیز و تکفین اور غسل

تجہیز و تکفین کے موقع پر جب غسل کا ارادہ ہوا تو سوال یہ کھڑا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں؟ چنانچہ ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ سب لوگوں پر ایک غنودگی طاری ہو گئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول ﷺ کو برہنہ نہ کرو، کپڑوں ہی میں غسل دو، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

لما اخذوا في غسل النبي ﷺ ناداهم مناد من الداخل ،لاتنزعوا عن رسول الله ﷺ قميصه[38]

چنانچہ پیراہن مبارک ہی میں آپ ﷺ کو نہلایا گیا اور بعد میں وہ نکال لیا گیا، اس موقع پر حضرات انصار نے دروازے پر پہنچ کر آواز دی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آخری خدمت گزاری میں حصہ طلب کرنے آئے ہیں، حضرت علی نے اوس بن الخولی کو اندر بلایا، غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ دے رہے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے[39]۔

نمازِ جنازہ

فلما فرغوا من جهازه يوم الثلاثاءوضع علىٰ سريره في بيته ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ ارسالاً يصلون عليه ولم يؤم الناس على رسول الله ﷺ احدٌ[40]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ منگل کے روز آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارے رکھ دیا گیا، ایک گروہ حجرہ شریف میں آتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر باہر واپس آجاتا تھا، کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا، الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔"

لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے ؟ آپ نے فرمایا ہاں جنازہ پڑھو، لوگوں نے کہا کس طرح ؟ حضرت ابو بکر نے کہا کہ لوگوں کا ایک ایک گروہ حجرہ میں جائے اور تکبیر کہے پھر درود اور دعا پڑھے اور باہر آجائے، پھر دوسرا گروہ داخل ہو اور اسی طرح تکبیر کہے اور پھر درود اور دعا کے بعد واپس آجائے، اسی طرح سب لوگ نماز پڑھے۔

تدفین

غسل کے بعد تین سفید سوتی کپڑوں میں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا، اب غسل کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کہاں دفن ہوں؟ چنانچہ روایت ہے:

فقال قائلون یدفن فی مسجده وقال قائلون یدفن مع اصحابه فقال ابوبکر انی سمعت رسول الله ﷺ یقول ماقبض نبی الا دفن حیث یقبض، قال فرفعوا فراش رسول الله ﷺ الذی توفی علیه فحفروا له[41]

"بعض لوگوں نے کہا کہ مسجد نبوی ﷺ میں تدفین ہونی چاہئے، بعضوں نے کہا اپنے صحابہ کے ساتھ دفن ہوں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے، چنانچہ اسی جگہ بستر ہٹا کر قبر کھودنا تجویز ہوا۔"

قبر کھودنے کے متعلق روایت ہے کہ:

لما ارادوا ان یحفروا لرسول الله ﷺ بعثوا الیٰ ابی عبیدة بن الجراح وکان یضرح کضریح اهل مکة وبعثوا الی ابی طلحة وکان هو الذی یحفر لاهل المدینة وکان یلحد فبعثوا الیهما رسولین فقالوا اللهم خر لرسولک فوجدوا ابا طلحة فجییٔ به ولم یوجدابوطلحة فلحد لرسول الله ﷺ[42].

"جب قبر کھودنے کی نوبت آئی تو مکہ والوں کے لئے قبر کھودنے والے حضرت عبیدہ بن الجراح اور اہلِ مدینہ کے لئے کھودنے والے حضرت ابو طلحہ کی تلاش میں آدمی بھیجے گئے، لوگوں نے دعا کہ کہ اے اللہ اپنے نبی کی قبر کے لئے کسی کو منتخب فرمادے، تلاش کے بعد ابو طلحہ ہی ملے چنانچہ ابو طلحہ کو لایا گیا، اور انہوں نے قبر کھودنے کی خدمت انجام دی۔"

ونزل فی حفرته علی ابن ابی طالب والفضل بن العباس وقثم اخوه وشقران مولی رسول الله ﷺ[43]

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادوں فضل اور قثم، اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا۔"

درس برائے امت

یہ جان گداز اور روح فرسا خبر قیامت جس نے دنیا کو نبوت ورسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوار وتجلیات سے محروم کر دیا کانوں میں پہنچنا تھا کہ قیامت آگئی، سنتے ہی صحابہ کرام کے ہوش اڑ گئے، تمام مدینہ میں تہلکہ پڑ گیا، جو اس جان گداز واقعہ کو سنتا تھا ششدر وحیران رہ جاتا تھا۔ ذوالنورین عثمان غنیؓ ایک سکتہ کے عالم میں تھے، دیوار سے پشت لگائے بیٹھے تھے، شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ کا یہ حال تھا کہ زار وقطار روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ عائشہ صدیقہؓ اور ازواج مطہرات پر جو صدمہ اور الم کا پہاڑ گرا اس کا پوچھنا ہی کیا؟ حضرت عباسؓ بھی پریشانی میں سخت بے حواس تھے۔ حضرت عمرؓ کی پریشانی اور حیرانی سب ہی سے بڑھی ہوئی تھی اور جوش میں تلوار نیام سے نکالے ہوئے تھی کسی کی مجال نہ تھی کہ یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے [44]۔ ایسے حالات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے سب کو تسکین کا پیغام سنایا اور بآواز بلند کہہ کر لوگوں کو خاموش کراتے ہوئے خطبہ دیتے ہیں کہ: جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا ہے سو جان لے کہ تحقیق اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی اور اگر بالفرض کوئی شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ محمد ﷺ وفات پاگئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اگرچہ بظاہر حوصلہ رکھے ہوئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے فراق کا صدمہ آپؓ سے برداشت نہیں ہوا، ہر روز لاغر اور نحیف ہوتے چلے گئے [45]۔

رنج وغم کا پیش آنا کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے، انسان کی زندگی اس سے خالی نہیں لیکن حضور ﷺ کی وفات زندگی کا اہم ترین حادثہ اور ایک ایسا غم تھا کہ سب کی ہمت جواب دے گئے تھے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ اگرچہ اندرونی ملال، فکرمندی، اندر اندر کا غم رہنا اور بشری تقاضا کے مطابق وقتی غم ہر ایک کو لاحق تھا لیکن پھر بھی سب صحابہ فرمودات واخلاق نبوی ﷺ کو مد نظر رکھ کر صبر پر عمل پیرا تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ: اگر آپ ﷺ اپنے فیض صحبت سے ہمارے دلوں میں سکینت وطمانیت نہ چھوڑ کر جاتے تو ہم اس وحشتِ فراق کا کہ جو آپ ﷺ ہم میں چھوڑ کر چلے گئے ہر گز ہر گز تحمل نہ کر سکتے [46]۔ عائشہ صدیقہؓ کے دل وجان پر غم کی گھٹائیں چھا گئیں تھیں، لیکن پھر بھی زبان اخلاق نبوی ﷺ کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کو غسل دیتے وقت فرمارہے تھے کہ: آپ ﷺ کی وفات تمام انسانوں کے لئے یکساں مصیبت ہے۔ اگر آپ ﷺ صبر کا حکم نہ دیتے اور گریہ وزاری سے منع نہ فرماتے تو ہم دل کھول کر آنسو بہاتے، لیکن پھر یہ دکھ لاعلاج ہوتا اور یہ زخم لازوال رہتا [47]۔

اس سے امت کو یہ درس ملتا ہے کہ امت مسلمہ غم واندوہ کے موقع پر صبر و تحمل کا دامن تھامے رکھے۔ موجودہ دور میں جو مراسم اپنائے جاتے ہیں مثلاً سوگ وماتم کے لئے تھوڑی دیر خاموش رہنا، جھنڈے سرنگون کردینا، سیاہ پٹیاں باندھنا، تابوت کی تعزیہ کرنا اور ماتمی دھن بجانا وغیرہ، اظہار غم وناراضگی کے یہ سبھی طریقے ناجائز اور غیر شرعی ہیں، یہ سب کے سب مغربی تقلید سے مرعوبیت اور غیر اسلامی افعال ہیں جن کا اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی کے غم میں غیر اختیاری یا فطری طور پر بے ساختہ آنسو نکل پڑے صرف اس کی اجازت ہے۔اسلام سے پہلے بھی سوگ وماتم کے کچھ ایسے طریقے مروج تھے مثلاً نوحہ اور گریہ وزاری کرنا، کپڑے پھاڑنا اور رونا، پیٹنا وغیرہ لیکن حضور ﷺ نے ان سب سے منع کرتے ہوئے فرمایا جو سر کے بال منڈالے، چلا کے روئے اور کپڑے پھاڑلے میں اس سے بری ہوں، جیسے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے:

انّ رسول اللہ ﷺ برئ من الصّالقة والحالقة والشّاقة[48]

"حضور ﷺ نوحہ کرنے والے، گلا نوچنے والے اور گریبان چاک کرنے والوں سے بری ہے۔"

اور صرف یہ نہیں بلکہ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لیس منّا من ضرب الخدود وشقّ الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیّة[49]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا منہ پیٹا اور گریباں چاک کیا اور شور مچایا مانند شور مچانے وقت جاہلیت کے۔"

لہذا حضور ﷺ نے شوہر کے علاوہ کسی کیلئے تین دنوں سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں دی، صرف بیوی کو چار ماہ دس دن (عدت گزارنے) کیلئے شوہر کا سوگ کرنے کی اجازت دی ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت ہے کہ:

عن زینب بنت ابی سلمة قالت لما جاء نی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبه بصفرة فی الیوم الثالث فمسحت عارضیها وذراعیها وقالت ان کنت عن هذا لغنیة لولا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لایحل لامراة تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تحدعلی میت فوق ثلاث الا علیٰ زوج فانها تحد علیه اربعة اشهر وعشراً[50]

"حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے فرماتی ہیں جب ملک شام سے حضرت ابوسفیان کے فوت ہونے کی خبر آئی تو ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ نے تیسرے دن زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور اپنے رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں البتہ خاوند پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے گی۔"

اسی طرح ایک دوسرے روایت میں ہے کہ:

توفی ابن لام عطیه فلما کان یوم الثالث دعت بصفرة فتمسحت به قالت نهینا ان نحد اکثر من ثلاث الا لزوج[51]

"ام عطیہ (صحابیہ) کا ایک بیٹا فوت ہو گیا انہوں نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوا کر اپنے بدن پر لگائی اور کہا ہم کو خاوند کے سوا اور کسی کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے روک دیا گیا ہے۔"

مذکورہ روایات کے علاوہ کتب احادیث میں کئی روایات موجود ہیں جن میں میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کو حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ کتنی ہی عظمت و رفعت والی ہستی ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ النائحۃ والمستمعۃ[52]

"سعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی نوحہ کرنے والی پر اور اس عورت پر جو نوحہ سنے۔"

مذکورہ لغویات کے علاوہ آج کل تعزیت کا ایک اور طریقہ رائج ہے، اکثر و بیشتر حکومتی سطح پر جب کسی کی وفات پر پسماندگان سے تعزیت کی جاتی ہے تو اس کے لئے چند منٹ کی خاموشی اختیار کی جاتی ہے، چنانچہ: اظہار تعزیت کا درج شدہ (مذکورہ) طریقہ یہود وہنود کا ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں بلکہ یہود وہنود سے مشابہت کی وجہ سے واجب الترک ہے[53]۔ سوگ منانے کے مذکورہ طریقے میں نصاریٰ وغیرھم کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے لہذا اس رواج کو ترک کر دینا ضروری ہے۔

عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ،ان النبی ﷺ کان یجلس حتیٰ یوضع المیت فی اللحد فکان قائماً مع اصحابہ علی راس قبرفقال یھودی ھکذا نصنع بموتانا،فجلس ﷺ وقال لاصحابہ خالفوھم[54]

"حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے کہ جب تک میت کو قبر میں اتار نہ دیا جاتا آنحضرت ﷺ قبر کے پاس کھڑے رہتے تھے بیٹھتے نہ تھے، ایک مرتبہ ایک یہودی نے دیکھ کر کہا کہ ہم بھی اپنے مردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ فوراً بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ: خالفوھم ان کی مخالفت کرو یعنی بیٹھ جاؤ، کھڑے رہنے میں ان سے مشابہت لازم آتی ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دور حاضر کے غیر شرعی اور رسمی ماتموں سمیت تھوڑی دیر خاموش رہنا، جھنڈے سرنگون کر دینا، سیاہ پٹیاں باندھنا وغیرہ کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ دراصل مغرب کی تقلید ہے جو مسلمانوں نے اپنائے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طور طریقوں اور شریعت کے واضح احکامات کے باوجود بھی ان غیر شرعی امور سے اجتناب نہیں کرتا تو پھر ایسے لوگوں پر حضور ﷺ کا یہ فرمان بالکل صادق آتا ہے کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم[55]" یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے، اور "جو شخص ہمارے طریقے کے علاوہ دوسروں کے طریقے پر چلے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ لہذا جو اغیار کا رسم اپناتا ہے وہ اغیار ہی میں سے گنا جائے گا۔ حضور ﷺ نے تو وہ طریقہ بتایا ہے جس کا عملی مظاہرہ صحابہ کرام نے خود حضور ﷺ کے اس جہان سے رخصت ہونے پر ثابت کر دکھایا۔

خلاصہ بحث

جب دین کامل و مکمل ہوا اور مشیت الٰہی کی تکمیل ہوگئی، امت کے نفوس بت پرستی اور جاہلیت کی عادتوں سے پاک اور ایمان کی روشنی سے منور ہوگئے اور حالات کا تقاضا ہوا کہ امت کو وداع کہا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سنہ 10ھ میں حج کی اجازت عطا فرمائی، اسلام میں یہ آپ ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ دیا اسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے یہ دراصل ایک چلتا پھرتا مدرسہ، ایک متحرک مسجد اور ایک گشتی چھاؤنی تھی، جہاں ایک جاہل علم سے آراستہ ہوا، غافل اپنی غفلت سے بیدار ہوا، سست و کاہل چست و چالاک اور کمزور طاقتور بنا۔ آپ ﷺ نے امت کو دین کی تعلیم دی، مناسکِ حج سکھائے، حق کی شہادت دی، اپنا فرض ادا کیا، مسلمانوں کو آخری نصیحتیں اور وصیتیں کیں، ان سے عہد و پیمان لیا، جاہلیت کے آخری آثار و نشانات کو مٹائے۔

حجۃ الوداع میں کامل و مکمل وصایا کے بعد جب یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ آپ ﷺ ملک عدم سے ملک بقا کی طرف کوچ کرنے والے ہیں لہٰذا آپ ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں پہنچ کر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ:

کانی قد دعیت فاجبت ، انی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی[56]

"اے لوگوں میں بھی بشر ہوں ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلدی آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے، میں تمہارے لئے دو مرکز ثقل قائم کر چلا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے (جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہیں اسے تھمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو) ، دوسرا مرکز اہلِ بیت ہیں۔"

واقعہ قرطاس بہت سادہ سا وقوعہ ہے جس کو بحث نے غیر ضروری طور پر اہم بنا دیا ہے۔ نبی ﷺ کو بیماری کی شدت تھی اس کیفیت میں آپ ﷺ نے ایک بات کہہ دی جو حقیقت حال کے خلاف تھی۔ صحابہ اور اہل بیت نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں اس پر کوئی جھگڑا ہوا اور نہ ہی طنزاً علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کبھی استعمال کیا نہ حسن نے نہ حسین نے رضی اللہ عنہم۔ نبی ﷺ نے اگلے چار دن واپس اس کا حکم نہیں دیا، بس اور یہ کچھ بھی نہیں۔

حضور ﷺ کو دوا کی بجائے زہر پلانے کا جو واقعہ مشہور ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں بلکہ نبی ﷺ نے شاید کسی بیماری میں بھی دوا نہیں لی یہ ان کی خصوصیت تھی لیکن چونکہ مرض وفات میں شدت بہت تھی اس وجہ سے اہل بیت نے دوا پلا دی۔ نبی ﷺ نے کہا اللہ اس دوا کو میرے اوپر اختیار نہیں دے گا جس سے ظاہر ہے کہ اگر زہر ہوتا تو وفات نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کو اس وفات کی پہلے سے خبر تھی جیسا کہ بخاری کی روایت اوپر ذکر کی گئی۔

جیسا کہ حضور ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا ایک عظیم انقلاب اور سبب رحمت تھا اسی طرح آپ ﷺ کا اس جہان فانی سے رخصت ہونا بھی ایک عظیم المیہ تھا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[57]۔ نبوی محبت و شفقت کی بنا پر آپ ﷺ کی خبرِ وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے، قدم لڑکھڑا گئے، چہرے بجھ گئے، آنکھیں خون بہانے لگیں، ارض و سماء سے خوف آنے لگا، سورج تاریک ہو گیا، آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے، کئی صحابہ حیران و سر گردان ہو کر آبادیوں سے نکل گئے، کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا، جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا، جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانے کا یارا نہ ہوا، مسجدِ نبوی ﷺ قیامت سے پہلے قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[58]، ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الفاطر 37:35

2 الدمشقی، ابو الفداء حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ (بیروت: دار الفکر، 1419ھ) فصل فی خطبۃ ﷺ بمکان بین مکۃ والمدینۃ، 4: 168

3 آزاد، مولانا ابو الکلام، انسانیت موت کے دروازے پر (لاہور: عمر پبلیکیشنز، 2003ء) ص 12

4 سورۃ النصر 1:110

5 کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرت مصطفیٰ ﷺ (لاہور: مکتبۃ الحسن، 1411ھ/1990ء) 3: 67

6 سورۃ الحجر 9:15

7 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1357ھ) کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ 2: 639

8 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1407ھ) ص 116

9 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ 2: 637

10 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، 2: 638

11 ابو داؤد سلیمان ابن اشعث، سنن أبي داود (حیدر آباد: دائرہ معارف، 1413ھ) حدیث (3646)

12 سیرت المصطفیٰ ﷺ 3: 71-72

13 العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری (کوئٹہ: رشیدیہ کتب خانہ (س۔ن) 8: 170

14 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ 2: 641

15 امام احمد، مسند احمد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)3: 412

16 ابن بطال، شرح صحیح البخاری (بیروت: داراحیاء الکتب، 1422ھ) باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ 3: 138

17 صحیح بخاری، کتاب الصلواۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد 1: 66

18 سورۃ النساء 4:69

19 صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، یدفع اللہ ویابی المؤمنون اور یابی اللہ ویدفع المؤمنون 1: 536

20 صحیح بخاری 1: 536

21 صحیح بخاری 1: 66

22 صحیح بخاری 1: 67

23 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی اسامۃ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ 2: 642

24 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی اسامۃ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ 2: 639

25 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ 2: 637

26 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ 2: 640

27 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ 2: 640

28 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ 2: 640

29 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب آخر ما تکلم بہ النبی ﷺ 2: 641

30 فتح الباری 8: 130

31 سورۃ التوبہ 9:129

32 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ 2: 640

33 سورۃ الزمر 39:30

34 سورۃ الانبیاء 21:34

35 البدایہ والنہایۃ 4: 232

36 القرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، تفسیر قرطبیؒ (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، 1417ھ)4: 219

37 سنن ابن ماجہ: 117

38 سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل النبی ﷺ: 105

39 البدایہ والنہایۃ، صفۃ غسلہ علیہ السلام 4: 235

40 سنن ابن ماجہ: 117

41 سنن ابن ماجہ: 117

42 سنن ابن ماجہ: 117

43 سنن ابن ماجہ: 117

44 سیرت المصطفیٰ ﷺ 3: 86

45 انسانیت موت کے دروازے پر: 22

46 سیرت المصطفیٰ ﷺ 3: 92

47 انسانیت موت کے دروازے پر: 22

48 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون، 1: 174

49 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون، 1: 174

50 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب احداد المراۃ علیٰ غیر زوجہا 1: 170

51 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب احداد المراۃ علیٰ غیر زوجہا 1: 170

52 الخطیب، محمد بن عبداللہ، مشکواۃ المصابیح (دہلی: کتب خانہ رشیدیہ، 1375ھ) ص: 151

53 مولانا عبدالحق، فتاویٰ حقانیہ (اکوڑہ خٹک: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، 2008ء) 3: 448

54 طحطاوی الحنفی، سید احمد، طحطاوی علی الدر مختار (کوئٹہ: مکتبہ عربیہ کاسی روڈ (س-ن) 1: 607

55 السجستانی، ابی داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد (بیروت: دار احیاء التراث العربی (س-ن) کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، 4: 78

56 البدایہ والنہایۃ، فصل فی خطبہ ﷺ بمکان بین مکۃ والمدینۃ 4: 168

57 سورۃ البقرہ 2: 156

58 سورۃ آل عمران 3: 185